حق وباطل کی معرفت کا معیار

ملفوظ قطب الارشاد: حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک دن آپ کی مجلس میں بدعت وسنّت کے مسائلِ اختلافیہ کی بحث چل نکلی۔ آپ دیر تک سنتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ میرے نزدیک دلائلِ علمیہ کے علاوہ حق وباطل کو پہچاننے کا ایک معیار اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ قدرت نے ہر چیز میں اس کے ہم جنس کی طرف کشش کا مادہ رکھا ہے کہ '' کبوتر با کبوتر، باز با باز'' اور قدرت کا یہ عطیہ جس کو فطرت کہنا چاہیے، اجسام ہوں یا اعراض سب ہی میں جاری وساری ہے۔ پس جس فعل سے متعلق یہ شبہ ہو کہ نہ معلوم حق ہے یا باطل، اس میں یہ یکھنا چاہیے کہ اس کی طرف میلان کن قلوب کا ہوا اور کشش کس قسم کے لوگوں کی ہے؟

پس اگر دیکھو کہ بددین، فُسّاق وفُجّار کو ابتداً اس کی طرف حرکت ہوئی اور وہی قلوب جوش وخروش کے ساتھ اس کی طرف لپکتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس فعل میں ضرور ظلمت ہوگی۔ اگرچہ ظاہری صورت نورانی معلوم ہوتی ہو، کیونکہ اس میں اگر نور ہوتا تو ظلماتی قلوب کو جذب نہ کرتا بلکہ وہ اس سے بھاگتے اور اولیاء، صلحاء کے نورانی قلوب اس کی جانب کھنچتے۔

اور اگر کسی فعل کو دیکھو کہ دین دار، اہل اللہ اس کی طرف جاتے اور عوام وبازاری لوگ اس سے بھاگتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس فعل میں نورانیت ہے کہ اہلِ نور کے قلوب کو اس کی طرف کشش ہوئی اور ظلماتی قلوب نے اس سے وحشت کھائی۔ پس عوام کا کسی اختلافی مسئلہ میں یہ کہنا کہ ہم تو بے پڑھے ہیں اور دونوں طرف مولوی ہیں۔ پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ کون حق پر (ہے) خدا کے نزدیک معتبر اور قابلِ قبول نہ ہوگا۔

بالخصوص جبکہ وہ دونوں طرف علماء ہونے کے قائل ہو کر بھی ایک طرف جھکے ہوئے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ایک شق کو ان کے نفوس نے ترجیح دے کر اختیار کیا اور اپنے اوپر سے الزام اتارنے کے لیے مولوی حضرات میں فیصلہ نہ کر سکنے کا عذر تراشا ہے۔ اس طرح پر غور کر لینے پر ہر اَن پڑھ سے اَن پڑھ حق وباطل سمجھ سکتا ہے۔

(ماہنامہ الرّشید، دارالعلوم دیو بند نمبر، ص: ۶۲۵۔۶۲۶)

☆......☆......☆